مساجد و معابد قرآن کی روشنی میں

از مولانا محمد ثناء اللہ عمری ایم اے۔ جامعہ دارالسلام۔ عمرآباد

(۲)

"اصل یہ ہے کہ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے اس حالت کی طرف اشارہ کیاہے جو آغازِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی تھی جب آپ نماز پڑھنے کے لیے قیام فرما ہوتے ایک جماعت آپ کے جان نثاروں کی آپ کے پیچھے صف بستہ کھڑی ہو جاتی اور خشوع و خضوع اور انقطاع و قنوت کے ساتھ یہ مقدس گروہ ایک اَن دیکھی ہستی کے تصور میں بے خودانہ مصروف رکوع و سجود و مشغول تسبیح و تکبیر ہوتا تو یہ منظر کفار عرب کے لیے نہایت تعجب انگیز ہوتا اور وہ اس عجیب طریق قیام و رکوع اور صفوف و متابعت امام کی عظمت و رعب سے مبہوت ہو جاتے، پھر انھوں نے اپنی شوخی و سرکشی سے اس منظر عبادت کو ایک تماشا سا بنا لیا اور نماز کے وقت جمع ہو کر ہجوم کرنے لگے۔ اور دیکھنے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے وہ اکثر تماشا دیکھنے والوں کی طرح بڑھتے بڑھتے اس قدر قریب آجاتے گویا لپیٹ لڑنے کے ارادے سے بڑھ رہے ہیں۔"[۱]

یہودی اور عیسائی اپنی عبادت گاہوں اور گرجا گھروں میں شرک کے مرتکب ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ حکم دیا کہ مسلمان مسجدوں میں خدائے واحد کی عبادت کریں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مساجد سے مراد سجدہ کے اعضاء جوارح ہیں، مطلب یہ ہوا کہ دلی توجہ کے ساتھ حیثیت سے بھی اللہ ہی کی عبادت کا ثبوت ملنا چاہیے، اللہ کے رسول فرماتے ہیں، مجھے

سات ہڈیوں پر سجدہ پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی۔ ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ ناک بھی اس میں شامل ہے۔ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، اور دونوں پنجے۔

۳۰۔ سورۂ نور کی اس آیت میں اللہ کے گھر کا مقصد بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو اور صبح و شام اسی کے نام کی تسبیح:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال (۳۶)

یہ چراغ ایسے گھروں میں روشن کیا جاتا ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کی جائے اور ان میں اللہ کا ذکر اور اس کے نام کی تقدیس ہو، ان میں اللہ کے بندگان مخلص و مومن صبح و شام تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں۔

اس آیت میں بیوت سے مراد مسلمانوں کی عبادت گاہیں یعنی مسجدیں ہیں۔ دیگر مذاہب و ادیان کی عبادت گاہیں مقصود نہیں، حضرت کعبؓ فرماتے تھے کہ توریت میں یہ نوشتہ موجود ہے کہ "زمین میں میرے (یعنی اللہ کے) گھر مسجدیں ہیں۔" ان کی رفعت و بلندی کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کثرت سے یاد الٰہی ہو۔ چونے گارے کی شان و شوکت مقصود نہیں ہے، بے شمار حدیثوں میں مسجدوں کی ظاہری آرائش و زیبائش سے روکا گیا ہے۔ رفعت کے معاً بعد ذکر کا لفظ آیا ہے جو درحقیقت لفظ رفعت کی تفسیر ہے۔[له]

۳۱۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہو رہا ہے کہ مسجدوں میں انابت الی اللہ کی معنوی ہیئت کے ساتھ لباس و پوشاک کی ظاہری ہیئت بھی درست رکھنی چاہیے۔

قل أمر ربی بالقسط واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین کما بدأکم تعودون ○ فریقا ھدیٰ وفریقا حق علیھم الضلالۃ انھم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون

له مقالات آزاد ص ۱۴۰۔

اَمَرَ ربی بالقسط واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین کما بدأکم تعودون فریقا ہدی وفریقا حق علیہم الضلالۃ انہم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انہم مہتدون۔ یٰبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔ (۲۹-۳۱)

تم کہو "میرے پروردگار نے جو کچھ حکم دیا ہے وہ تو یہ ہے کہ (ہر بات میں) اعتدال کی راہ اختیار کرو۔ اپنی تمام عبادتوں میں خدا کی طرف توجہ درست رکھو اور دین کو اسی کے لیے خالص کرکے اسے پکارو اس نے جس طرح تمہاری ہستی شروع کی اسی طرح لوٹائے جاؤگے (تمہارے دو گروہ ہوگئے) ایک گروہ کو (اس کے ایمان و نیک عملی کی وجہ سے کامیابی کی) راہ دکھائی۔ دوسرے پر (اس کے انکار و بدعملی سے) گمراہی ثابت ہوگئی ان لوگوں نے (یعنی دوسرے گروہ نے) خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا رفیق بنا لیا (یعنے مفسدوں اور شریروں کی تقلید کی) باایں ہمہ سمجھے کہ راہ راست پر ہیں (اور ہم نے حکم دیا تھا) اے اولاد آدم! عبادت کے ہر موقعہ پر اپنے جسم کی زیب و زینت سے آراستہ رہا کرو نیز کھاؤ پیو حد سے نہ گزر جاؤ۔ خدا انھیں پسند نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے ہیں۔

یہاں مسجد سے مراد مقامات عبادت ہیں، عہدِ جاہلیت میں ننگے طواف کرنے کا رواج عام تھا۔ یہاں اس سے روکا گیا اور پنج وقتہ نمازوں، جمعہ، عیدین وغیرہ کے موقعہ پر لباس پوشاک پہننے کی تاکید فرمائی اور اسے زینت قرار دیا۔

۳۲۔ آدابِ مسجد ہی کے سلسلہ کا ایک حکم وہ ہے جو سورۂ بقرہ کی اس آیت میں بیان ہوا ہے

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد۔ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا۔ کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلھم یتقون ۝ (۱۸۷)

البتہ اگر تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو تو اس حالت میں نہیں چاہیے کہ اپنی بیویوں سے خلوت کرو (جہاں تک روزے کا تعلق ہے) یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدیں ہیں، پس ان سے دور دور رہنا، اللہ اسی طرح اپنے احکام واضح کر دیتا ہے تاکہ لوگ

(نافرمانی سے) بچیں۔

عام معابد و مساجد

۴۳۔ سورۂ حج میں واضح کیا ہے کہ مساجد کے علاوہ دیگر اقوام کی عبادت گاہوں کا تحفظ خالق کائنات کے قانون دفاع کا نتیجہ ہے۔ یہ قانون کارفرما نہ ہو تو ان عبادت گاہوں کی عمارتیں زمین کے برابر ہو جائیں۔

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر ۝
الذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله ،
ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع و
صلوات ومسٰجد یذکر فیها اسم الله کثیرا ولینصرن الله من ینصره
ان الله لقوی عزیز ۝ (۳۹-۴۰)

جن (مومنوں) کے خلاف ظالموں نے جنگ کر رکھی ہے اب انھیں بھی (اس کے جواب میں) جنگ کی رخصت دی جاتی ہے، کیونکہ ان پر سراسر ظلم ہو رہا ہے، اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے!

یہ وہ مظلوم ہیں جو بغیر کسی حق کے اپنے گھروں سے نکال دیے گئے؛ ان کا کوئی جرم نہ تھا۔ اگر تھا تو صرف یہ کہ وہ کہتے تھے ہمارا پروردگار اللہ ہے! اور دیکھو اگر اللہ بعض آدمیوں کے ہاتھوں بعض آدمیوں کی مدافعت کراتا نہ رہتا (اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ظلم و تشدد کرنے کے لیے بے روک چھوڑ دیتا) تو کسی قوم کی عبادت گاہ زمین پر محفوظ نہ رہتی، خانقاہیں، گرجے، عبادت گاہیں، مسجدیں جن میں اس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔ (یاد رکھو) جو کوئی اللہ کی سچائی کی حمایت کرے گا ضروری ہے کہ اللہ بھی اس کی مدد فرمائے، بلاشبہ وہ یقیناً قوت رکھنے والا سب پر غالب ہے!

۴۴۔ عبادت گاہوں کے لیے جو الفاظ مندرجۂ بالا آیات میں استعمال ہوئے ہیں ان کے علاوہ بھی ایک لفظ "محراب" اسی معنی میں تین بار استعمال ہوا ہے، آل عمران میں دو جگہ اور سورۂ مریم میں ایک مقام پر، واضح رہے کہ محراب سے مراد عبادت اور خلوت گزینی کی جگہ ہے، پہلے آل عمران کی آیتیں ملاحظہ ہوں:۔

فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا وکفلها زکریا۔ کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یامریم انی لک هذا قالت هو من عند الله ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب ٥ هنالک دعا زکریا ربه قال رب هب لی من لدنک ذریة طیبة انک سمیع الدعاء ٥ فنادته الملائکة۔ وهو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرک بیحیی مصدقا بکلمة من الله وسیدا وحصورا ونبیا من الصالحین ٥ (۳۷ - ۳۹)

پس ایسا ہوا کہ مریم کو اس کے پروردگار نے بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کر لیا اور اور ایسی نشو ونما دی جو بڑی ہی اچھی نشو ونما تھی (یعنی اس کی پرورش بہتر سامانوں اور نیک نگرانوں میں ہوئی) اور زکریا کو (کہ ہیکل کا مجاور تھا) اس کا نگران حال بنایا۔ جب کبھی ایسا ہوتا کہ زکریا اس کے پاس محراب میں (یعنی قربان گاہ میں) جاتا (جہاں وہ سرگرم عبادت رہا کرتی تھیں) تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کی چیزیں موجود پاتا اس پر وہ پوچھتا "اے مریم! یہ چیزیں تجھے کہاں سے مل گئیں"، وہ کہتی "اللہ سے، اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے"۔ اسی جگہ کا یہ معاملہ ہے (یعنی قربان گاہ کا) کہ زکریا نے اپنے پروردگار کے حضور دعا مانگی تھی "خدایا! تو اپنے خاص فضل سے مجھے پاک نسل عطا فرما (جو مریم کی طرح نیک اور عبادت گزار ہو) بلاشبہ تو ہی ہے کہ دعائیں سننے والا اور انہیں قبول کرنے والا ہے"۔ پھر ایسا ہوا کہ فرشتوں نے زکریا

کو پکارا اور وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا " خدا تجھے یحییٰ کی (یعنی ایک لڑکے کی جو پیدا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھا جائے گا) بشارت دیتا ہے، وہ خدا کے حکم سے ایک ہونے والے ظہور کی تصدیق کرنے والا، جماعت کا سردار، پارسا، اور خدا کے صالح بندوں میں سے ایک نبی ہوگا۔

۳۵۔ سورۂ آل عمران کی آیتوں کے بعد سورۂ مریم کی ذیل کی آیت میں بھی لفظ " محراب " آیا ہے :

فخرج علیٰ قومه من المحراب فاوحیٰ الیهم ان سبحوا بکرة وعشیّا ٥

(۱۱)

پھر وہ قربان گاہ سے نکلا، اور اپنے لوگوں میں آیا (جو حسب معمول اس کا انتظار کر رہے تھے) اس نے (زبان نہ کھولی) اشارہ سے کہا " صبح و شام خدا کی پاکی و جلال کی صدائیں بلند کرتے رہو "

اصحاب کہف نے وقت کے غارت گرانِ ایمانی سے اپنے متاعِ ایمان کی حفاظت کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ ایک غار میں روپوش ہو جائیں۔ مدتِ مدید کے بعد حالات بدلے، مومن ہونا کوئی جرم نہ رہا اور لوگ ان کی جائے پناہ سے واقف ہوگئے تو اربابِ حل وعقد نے آپس میں جو بات طے کی وہ یہ تھی کہ باشندگانِ غار کی یادگار میں ایک عبادت گاہ بنائیں۔

۳۶۔ اس موقعہ پر سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے :

وکذٰلک اعثرنا علیهم لیعلموا ان وعد الله حق وان الساعة لا ریب فیها ۔ اذ یتنازعون بینهم امرهم فقالوا ابنوا علیهم بنیانا ربهم اعلم بهم ۔ قال الذین غلبوا علیٰ امرهم لنتخذن علیهم مسجدا ٥ (۲۱)

اور (پھر دیکھو) اس طرح یہ بات ہوئی کہ ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے واقف کر دیا۔

(اور ان کی بات پوشیدہ نہ رہ سکی) اور اس طرح واقف کر دیا کہ لوگ جان لیں اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ۔ اسی وقت کی بات ہے کہ لوگ آپس میں بحث کرنے لگے، ان لوگوں کے معاملہ میں کیا کیا جائے ؟ لوگوں نے کہا "اس غار پر ایک عمارت بنا دو (کہ یادگار رہے اس سے زیادہ اس معاملہ کے پیچھے نہ پڑو) ان پر جو کچھ گزری ان کا پروردگار ہی سے بہتر جانتا ہے"، تب لوگوں نے کہ معاملات پر غالب آگئے تھے کہا "ٹھیک ہے ہم ضرور ان کے مرقد پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے۔

حکام جو عبادت گاہ تعمیر کرنی چاہتے تھے کون تھے ؟ مسلمان تھے یا مشرک ؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب اقتدار لوگ تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کا یہ ارادہ قابل ستائش ہے ؟ یا یہ بات محل نظر ہے ۔ حضورؐ نے تو صراحۃً یہودیوں اور مسیحیوں پر لعنت بھیجی ہے جنھوں نے اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کی مسجدیں بنالیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سرزمین عراق میں دانیال کی قبر دیکھی، تو فرمایا اسے لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھو اور اس تحریر کو بھی دفن کر دو جس میں بعض جنگی حالات وغیرہ کا ذکر ہے۔

(ختم شد)